رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶

ہر انگریزی مہینہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸ تاریخ کو قادیان دارالامان سے نکلتا ہے

رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶

انتظامیات بابت پرچہ ہذا (رقم)

ھدی گڈس کمپنی

Shakh

سپرنٹنڈنٹ صاحب ریلوے ٹیشنری

بدر

قادیان

ایڈیٹر میر قاسم علی احمدی

جلد ۱۵ | قادیان مورخہ ۷ر نومبر ۱۹۲۷ء مطابق ۲۲ر جمادی الثانی ۱۳۴۶ھ | نمبر ۲۹ صفحہ ۳۰

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سلسلہ کی خبریں

(۱) حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ مع خاندان رستت و جملہ متعلقین بفضلہ تعالےٰ بخیریت سے ہیں ؛

(۲) خاکسار ایڈیٹر کو احباب کی دعاؤں اور خدا کے فضل سے ۹۰ فیصدی صحت ہوگئی ہے۔ تیرھویں دن ۱۰ر نومبر سے تھوڑی تھوڑی گفتگو کرنے لگ گیا ہوں۔ زبان کا زخم قریباً مندمل ہوگیا ہے۔ احباب ابھی دعا کرتے رہیں۔

(۳) فاروق کا ۷ر نومبر کا پرچہ بوجہ اس ناگہانی حادثہ کے آجانے سے میں شائع نہیں کرسکا۔ یہ ۱۴ر نومبر کا پرچہ بڑی مشکل سے تیار کیا ہے۔ امید ہے۔ کہ اس مجبوری کو دوست معاف کردینگے۔ اور دعا کریں کہ اگلا پرچہ وقت پر نکل سکے۔ ورنہ وہ بھی ۲۸ر نومبر کو نکلیگا۔ کیونکہ ضعف اس قدر ہوگیا ہے۔ کہ آج ۱۳ر نومبر تک میں نے اناج کا منہ نہیں دیکھا۔ سوائے دودھ اور یخنی کے کوئی غذا نہیں کھا سکا۔ اس سے بہت ناتوانی ہوگئی ہے۔ میں نے اس حادثہ کے متعلق حالات اسی پرچہ میں لکھے ہیں۔ ناظرین ملاحظہ فرمالیں۔ کہ سوائے خدا کے کوئی مجھے اس

نقل سالانہ معائنہ تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان

تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کا سالانہ معائنہ ۲۲ر ۲۳ر اکتوبر ۱۹۲۷ء کو کیا گیا۔ عمارت صاف ستھری حالت میں ہے۔ سکول بلڈنگ کے پیچھے ایک خوبصورت باغیچہ لگایا گیا ہے۔

بورڈنگ ہوس میں ۵۴ بورڈرز ہیں۔ انتظام عمدہ ہے۔ بورڈنگ ہوس میں ابھی گنجائش ہے۔

جسمانی ورزش کی طرف مناسب توجہ دیجاتی ہے۔ سب کے لئے کھیل (پلے فار آل) اور ڈرل سکول کے نقشہ انضباط اوقات کا باقاعدہ حصہ ہیں۔

سکول میں چیست سکاؤٹوں کا ایک دستہ ہے ؛

سکول کی تعلیمی حالت تسلی بخش ہے۔

بحیثیت مجموعی یہ ایک منظم سکول ہے۔ اور اپنے نئے ہیڈ ماسٹر مولوی محمد الدین کی سرکردگی میں ترقی کے نمایاں آثار دکھا رہا ہے۔ جو کہ اپنے فرائض کی ادائیگی میں ایک زندہ اور گہری دلچسپی لے رہے ہیں۔ اب میری صرف ایک آرزو ہے کہ اس سکول میں اس کی مرکزی حیثیت کے لحاظ سے کوئی خاص امتیازی نشان ہونا چاہیئے۔ تعلیمی پہلو میں عربی اور اردو میں اپنے آپ کو ممیز کرنا چاہیئے اور اخلاقی لحاظ سے اس کا پایہ اعلیٰ درجہ کے ہائی سکولوں سے نہایت بلند ہو۔ ہیڈ ماسٹر اور اساتذہ کوشش کریں۔ کہ وہ اپنے طلباء کے قلوب میں سچ سے محبت کرنے کی روح پیدا کردیں۔ اس قسم کے امتیازی نشانات کے پیدا ہوجانے سے سکول اپنے مربیوں اور طلباء کے لئے خاصہ باعث فخر ہوسکتا ہے

دستخط خان بہادر شیخ نور الٰہی صاحب ایم۔ اے انسپکٹر آف سکولز لاہور ڈویژن ؛

حادثہ سے بچانے والا نہ تھا۔ اس نے جان بچائی۔ تمام اعضا کو محفوظ رکھا۔ جو تکلیف ہوئی۔ وہ جلد دور فرما کر پہلے جیسی حالت قائم کردی۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ علیٰ افضلہ ؛

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حیدرآباد دکن میں لجنہ اماء اللہ کا جلسہ میلاد الرسول

بالتصال الٰہی لجنہ اماء اللہ حیدرآباد کا جلسہ یوم النبی بتاریخ ۲۶ اکتوبر ۱۹۳۰ء روز یکشنبہ عالیجناب نواب اکبر یار جنگ بہادر ہوم سیکرٹری کے بنگلہ میں منعقد ہوا جلسہ کا انتظام ۱ یک ہفتہ قبل سے کیا گیا تھا۔ اور مطبوعہ دعوتی خطوط جملہ انجمن ہائے خواتین دکن کی مسلم و عیسائی خواتین کی خدمت میں منجانب عاجزہ اور محترمہ مسز ہمایوں مرزا صاحب بھیجے گئے تھے۔ ٹھیک چار بجے سے خواتین کی آمد شروع ہوئی۔ اور پانچ بجے کے بعد بعد ازاں محل محترم نواب اکبر یار جنگ بہادر جلسہ کی کارروائی شروع کی گئی۔ اور اشرف النساء بیگم دختر جناب مولوی خواجہ بدرالدین صاحب معتمد انیس الغربا نے تلاوت قرآن مجید سے جلسہ کا آغاز کیا۔ پھر جناب لاڈلی بیگم صاحبہ محبوبیہ زنانہ کالج نے نہایت خوش الحانی سے نعت خوانی کی۔ اور جناب مکرمہ سالکہ خاتون صاحبہ نظامی نے ایک لطیف مضمون رسول پاک کے نورانی ہونے پر پڑھا۔ اس کے بعد دختر جناب حافظ عبدالعلی صاحب احمدی ڈیسپنسر ہائیکورٹ اور جناب خیر النساء بیگم نے فضائل نبوی پر اپنے اپنے مضامین سنائے۔ بعد ازاں محل مولوی سید حسین صاحب ذوقی احمدی نے نعت سنائی۔ پھر ہماری مکرمہ بہن محل جناب حکیم میر سعادت علی صاحب نے نہایت خوبی سے جو شیلے رنگ میں صحابہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر مضمون سنایا۔ اور دختر جناب سیٹھ عبداللہ بھائی صاحب نے حضور رسالت مآب کی سادہ زندگی پر خوبی سے مضمون پڑھا۔ محل جناب مولوی بہاء الدین خانصاحب احمدی مولوی فاضل نے اپنے مضمون میں تربیت اولاد کے متعلق ارشاد نبوی کو نہایت خوبی سے ظاہر کیا۔ پھر آخر میں عاجزہ نے مجموعی طور پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک زندگی کے حالات نصف گھنٹہ کی تقریر میں واضح طور پر سنائے۔ اس کے بعد منجانب صدر نشین صاحبہ چاء و بسکٹ سے وجناب مکرمہ محل عبداللہ بھائی صاحب کی جانب سے مشروبات کی ضیافت کی گئی۔ اور ۷ بجے کے بعد جلسہ برخواست ہوا۔

باوجود نزول باران رحمت کے وسعت سے زیادہ معزز بیگمات از راہ عقیدت و اخلاص جمع ہوگئی تھیں۔ ان میں بعض ہندو بہنیں بھی تھیں۔ ہماری محترمہ بہن عالی جناب محل ہمایوں مرزا صاحب بیرسٹرایٹ لا صدر نشین انجمن خواتین دکن سب سے زیادہ قابل شکریہ ہیں کہ جو باوجود اپنی شدید علالت کے بھی بہتر علالت سے اپنی انجمن کے معزز ممبرات کو بذریعہ تحریر و ٹیلیفون شمولیت جلسہ کی نسبت توجہ دلاتی رہیں۔ اور تحریری طور پر اپنی عدم شمولیت کے متعلق گہری رنجش کا اظہار کیا۔ اور باوجود نقل و حرکت نہ کرسکنے کے بھی شریک مجلس ہونیکے لئے ایمانی تڑپ دکھلائی۔ اور اپنی اخلاص مندی کے باعث ثواب کی مستحق بن گئیں۔ اسی طرح قابل ذکر ہماری مکرمہ جناب محمدی بیگم صاحبہ معتمد انجمن خواتین دکن ہیں۔ کہ آپ نے باوجود مصروفیت تعلیم۔ بی۔ اے کے اس مقدس جلسہ کو کامیاب بنانے کے لئے کئی مرتبہ میرے ساتھ تعاون کیا۔ اور شرکت جلسہ کے لئے بھی دیگر ممبرات کو خصوصیت سے توجہ دلائی۔ صاحبہ ممدوحہ کو اللہ تعالےٰ اجزائے خیر عطا فرمائے۔ کہ مجسم اخلاق ہیں۔ الغرض بہمہ وجوہ جلسہ نسبتاً اور سالوں کے نہایت شاندار اور مقبول عام رہا۔ آخر میں میں اپنی محترم بہن محل نواب اکبر یار جنگ کا بھی شکریہ ادا کرتی ہوں۔ کہ جنہوں نے صرف جلسہ کی صدارت ہی نہیں فرمائی۔ بلکہ فرش و روشنی و چاء و بسکٹ کا بھی معقول انتظام خود ہی فرمایا۔ اور ہماری محترمہ بہن محل جناب عبداللہ بھائی صاحب کی بھی مشکور ہوں۔ کہ کثیر التعداد میں اپنے ہمراہ معزز خواتین کو لاکر زینت محفل کا موجب ہوئیں۔ دعا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ ان تمام بہنوں کو جنہوں نے کسی نہ کسی طرح اس مقدس جلسہ میں دامے درمے سخنے حصہ

(بقیہ صفحہ ۱۲)

میں نے یہ واقعات اور برادرانہ شکوے اس لئے نہیں کئے ہیں۔ کہ میری کوئی ایسی بڑی شخصیت تھی۔ کہ مجھے سلسلہ کے اہل حل و عقد نے پوچھا نہیں۔ بلکہ میرے دل پر اس کا بہت احساس ہوا۔ کہ ایک ایسی کو جو ناگہانی حادثہ پیش آگیا۔ اور وہ ایسا تھا۔ کہ اگر خدا کا فضل شامل حال نہ ہوتا۔ تو میری جان کا بچنا ۹۹ فیصدی مشکل تھا اور اس بلائے ناگہانی سے زبان پر ایسی ضرب آئی کہ میں اس وقت تک بول نہیں سکتا۔ ایسے حادثے میں میری دلدہی اور میرے متعلقین کی تسلی کیلئے مرحوم نہ تھا۔ اگر وہ بزرگ جو سلسلہ میں بڑی مرتبت اور بلند پایہ رکھتے ہیں۔ اپنے کریمانہ اخلاق اور بزرگانہ سیرت سے کام لے کر ایک نظر لطف و کرم فرما دیتے۔ اس سے میرا دل بڑھ جاتا۔ اور ان کی شان میں بجائے کسی کمی کے علو پایا جاتا۔ اور خدا بھی ان کے اس طرز سلوک سے خوش ہوتا۔ مگر خیر مضی ما مضیٰ

آخر میں میں اپنے ان بیرونی دوستوں کا بھی ذکر کردینا ضروری سمجھتا ہوں۔ جنہوں نے میرے اس حادثہ میں بذریعہ خطوط اور دعاؤں کے اظہار ہمدردی فرمایا۔ حضور۔ برادرم سید پیر احمد شاہ صاحب ہوشیارپوری۔ اور میاں شمس الدین صاحب بھاگلپوری۔ اخویم خانصاحب ذوالفقار علی خان بہادر چوہدری محمد الدین صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی کمشنر۔ و اخویم بابو عبدالرحمن صاحب امیر جماعت انبالہ۔ و برادر مکرم بابو فتح محمد صاحب کراچی۔ عزیزی ڈاکٹر عبدالرحمن صاحب آف موگا۔ و مکرمی بابو محمد نصر اللہ صاحب اوورسیر و مولوی محمد شاہزادہ صاحب و بابو غلام حسین صاحب دہلی۔ و خان بہادر شیخ محمد آصف زمان صاحب ڈپٹی کلکٹر۔ محترم مولوی محمد نذیر صاحب لائل پور۔ ماسٹر محمد طفیل صاحب امرتسر۔ شمس الدین صاحب پشاور۔ اور بہت سے احباب جن کے اسماء گرامی لکھنے کیلئے اس صفحہ اخبار میں گنجائش نہ رہی۔ ان سب کا میں اور میرے گھر والے بہت ہی شکر ادا کرتے ہیں۔ اور دعا کرتے ہیں۔ کہ خدا تعالےٰ ان تمام محبوں کو اپنے فضلوں اور برکتوں اور رحمتوں کا دین و دنیا میں وارث کرے آمین۔ میں نے الفضل کے ذریعہ بھی احباب

نوٹ:- دارالانوار میں بہترین اخبار و رسائل کا سیٹ موجود ہے۔ آپ اپنے اخبار و رسائل بھی عطا فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔ منجانب ناظم دارالانوار قادیان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فاروق

قادیان دارالامان مورخہ ۷ نومبر ۱۹۳۰ء

پشاور کا جلسہ سیرۃ النبی اور میری سرگذشت

(۱)

میں ۲۴ اکتوبر کو بحکم حضرت صاحب سیرت النبی کے جلسوں کے سلسلہ میں ۴ بجے شام کے قادیان سے پشاور کو روانہ ہوا۔ اور میرے ساتھ میرے رفیق سفر برادرم مولوی محمد یار صاحب مولوی فاضل تھے۔ ۲۵ کو ۸ بجے صبح کے قریب ہم دونوں پشاور پہنچ گئے۔ چھاؤنی پشاور کے اسٹیشن سے اتر کر شہر کو جانا تھا۔ کہ پتہ لگا۔ کل یوم جمعہ سے شہر کے تمام دروازے آفریدیوں کے حملہ کے خوف سے جس کا جمعہ کے دن احتمال تھا سرکار نے بند کر دیئے ہیں۔ توکل علی اللہ ہم تانگہ پر سوار ہو کر شہر کو چل دیئے۔ راستہ میں جا کر معلوم ہوا۔ کہ شہر کے دو بڑے دروازے اب کھل گئے ہیں۔ تو ہم خدا کے فضل سے شہر میں داخل ہو گئے۔ اور مسجد احمدیہ میں جا اترے

اخویم قاضی محمد یوسف صاحب مدظلہ کا مکان اور مسجد احمدیہ کی دیوار غربی ملی ہوئی ہے۔ ہم قاضی صاحب موصوف سے جو اس وقت اپنی نشست گاہ میں تشریف رکھتے تھے ملاقی ہوئے۔ وہیں چائے پی کر دوپہر کا کھانا کھا کر دن بھر رہے۔ رات کو مسجد احمدیہ کے کمرے میں جو مہمانوں کے لئے مخصوص ہے جا سوئے۔ اور واپسی تک اسی کمرے میں رہے۔ احباب پشاور ہمارا پہنچ جانا سنکر ملنے کے لئے آتے رہے۔ رات کو پروگرام جلسہ تیار کیا۔ اور ۲۶ کو بروز اتوار ایک بجے دوپہر تک ایک بڑے تھیٹر میں جلسہ کیا گیا۔ پریسیڈنٹ جلسہ ایک معزز رئیس شیخ خدا بخش صاحب ریٹائرڈ ای۔ اے۔ سی و آنریری مجسٹریٹ کو بنایا گیا۔ شیخ صاحب موصوف نے باوجود پیرانہ سالی اور ضعف جسمانی کے جو غالباً کسی وجہ سے ان کے لاحق حالی ہے۔ مخالفین اندرونی کے منع کرنے پر بھی نہایت مہربانی سے اس دینی خدمت کو بغرض حصول ثواب منظور فرمایا۔ اور مخالفین کو نیچا دکھایا۔ فالحمد للہ۔

پشاور اور اس کے گرد و پیش آج کل سیاسی شورش پنجاب سے زیادہ ہے۔ آزاد علاقہ آفریدیوں کا ہر وقت برسر پیکار رہتا ہے۔ اسلئے وہاں کے حکام بالا ان پریشانیوں میں مبتلا ہیں۔ اور کسی قسم کے جلسے وغیرہ کرنے کی پشاور میں اجازت نہیں ہے۔ باایں ہمہ دشواری و معذوری انجمن احمدیہ پشاور کی درخواست جلسہ چیف کمشنر اور ڈپٹی کمشنر نے منظور فرما کر مسلمانوں پر احسان فرمایا۔ جس کا شکریہ تمام جماعت احمدیہ کیطرف سے پیش کیا جاتا ہے۔ خصوصاً صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس پشاور کی جماعت احمدیہ شکر گذار ہے۔ کہ جنہوں نے قیام امن کے واسطے کافی پولیس باوردی جلسہ گاہ میں بھیجدی۔ جس نے ہر طرح امن کو قائم رکھنے اور ہر شرارت کے انسداد میں بڑی سرگرمی سے کام کیا۔ خدا ان کو جزاء خیر دے ؛

چونکہ پریسیڈنٹ صاحب جلسہ کو آنے میں کسی قدر دیر ہو گئی تھی۔ اس لئے جلسہ قریب دس بجے کے شروع ہوا۔ اس سے پہلے احباب نے بعض نظمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں پڑھیں۔ صدر جلسہ کے آنے پر باقاعدہ کارروائی شروع ہوئی۔ صاحب صدر کی مختصر سی تقریر کے بعد برادر مکرم چوہدری محمد یار صاحب مولوی فاضل نے پونے دو گھنٹہ سیرۃ النبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نہایت دلچسپ اور دلکش تقریر فرمائی۔ جس سے سب سامعین بہت ہی محظوظ ہوئے۔ بعد ازاں خاکسار ایڈیٹر فاروق نے اسی مضمون پر ایک گھنٹہ بیان کیا۔ اور ایک بجے بعد دوپہر جلسہ بخیر و خوبی دعا پر ختم کیا گیا۔ سامعین کی تعداد موجودہ سیاسی حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے اور مخالفین کی سر توڑ کوشش کے باوجود بھی کہ لوگ جلسہ میں شامل نہ ہوں کافی تھی۔ تھیٹر کا وہ بڑا حصہ جو سامنے تھا۔ تمام پُر ہو چکا تھا۔ بعض لوگ دروازوں میں بھی کھڑے تھے ؛

احباب پشاور نے نہایت تندہی سے اہتمام جلسہ کیا۔ خصوصاً جناب مرزا اشرف علی صاحب سیکرٹری جماعت نے پورے جوش سے اس خدمت کو انجام دیا۔ اور مکرمی اخویم جناب قاضی محمد یوسف صاحب و جناب مولوی محمد علی صاحب پریسیڈنٹ انجمن احمدیہ پشاور و مکرمی جناب عبدالمجید صاحب سب انسپکٹر پولیس و چوہدری عبدالرحمن صاحب سیالکوٹی مقیم منزل بالائی مسجد احمدیہ و جناب ملک رمضان علی صاحب و ڈاکٹر مجاہد الدین صاحب و میاں محمد یوسف صاحب و ڈاکٹر عبدالمجید صاحب اسسٹنٹ سرجن اور جناب شیخ اللہ بخش صاحب انسپکٹر آبکاری و جناب شیخ مظفر الدین صاحب لاہوری تاجر الیکٹرک و مولوی محمد فضل صاحب چنگوی کے فرزند دلبند جن کا مجھے نام یاد نہیں رہا۔ خاص شکریہ کے مستحق ہیں۔ جنہوں نے اپنا زیادہ وقت جلسہ کو بارونق بنانے میں دیا۔ اور ہماری مہمان داری میں اپنے اخلاص کا نمونہ دکھایا۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء فی الدنیا والآخرۃ ؛

---

۲۷ اکتوبر کو خاکسار ایڈیٹر فاروق نے مکرمی شیخ رحمت اللہ صاحب ڈویژنل آفیسر بارگمانتری پشاور کو جو بوجہ کثرت کار سخت عدیم الفرصت ہیں۔ اور جلسہ میں بھی شامل نہ ہو سکے تھے۔ بذریعہ فون ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ تو شیخ صاحب موصوف ازراہ کرم اپنی موٹر پر قریب ساڑھے سات بجے صبح تشریف لے آئے۔ اور ہمیں موٹر پر بٹھا کر سیر کرانے لے گئے آپ کی زیر نگرانی پشاور کی بہت سی سرکاری عمارات

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تیار ہوئی ہیں۔ جن میں سے خاص قابل ذکر مہمانخانہ سرکاری و واٹر ہوس ہے۔ آپ نے ہمیں واٹر ہوس کی سیر کرائی۔ جو ہندوستان بھر میں صرف پانچ جگہ اس شان کا واٹر ہوس بنایا گیا ہے۔ اس واٹر ہوس میں ایک کوہستانی دریا کا دور سے پانی آتا ہے۔ اور اس میں آکر جس طرز سے وہ پینے کے قابل بنایا جاتا ہے۔ وہ دیکھنے سے ہی تعلق رکھتا ہے۔ چونکہ شیخ صاحب کا ہی یہ واٹر ہوس بنوایا ہوا ہے۔ اس لئے آپ اس کے ہر طریق دکل و پرزوں سے واقف ہیں۔ آپ نے ہمیں پانی کو صاف کرا کر دکھایا۔ جو مختلف حوضوں میں سے گذر کر آخری حوض میں آکر بالکل صاف اور شفاف ہو گیا۔ جو پہلے آدھی مٹی ملا ہوا تھا۔ یہاں اس قدر صاف پانی کا ذخیرہ دکھا جاتا ہے۔ جو تمام شہر اور چھاؤنی پشاور کو کافی سے زیادہ پانی پہنچتا ہے۔ میں اس واٹر ہوس کے عجائبات اور سائنس کے کرشمات بزبان و قلم بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ خدا تعالےٰ شیخ صاحب کو جزائے خیر دے۔ جنہوں نے ہمیں پورے طور پر اس عجائب کارخانہ کو اچھی طرح دکھایا۔

اس کے بعد گورنمنٹ کا کیمپ باڑہ دیکھنے کو لیگئے جو شہر سے چار پانچ میل سے زائد فاصلہ پر سرکاری افواج کا آفریدیوں کے قلع قمع کرنے کے لئے بتایا گیا ہے۔ جہاں مشین گنوں اور ہوائی جہازوں کے ڈھیر لگا دیئے گئے ہیں۔ اور ہر قسم کی افواج و توپخانہ گورہ سکھ۔ گورکھا ہزارہا کی تعداد میں جمع کر دی ہیں۔ یہ کیمپ پشاور کے سلسلہ کوہستانی کے عین نیچے والی طرف باڑہ نامی مقام میں بنایا گیا ہے۔ سرکار کے اس انتظام کو دیکھکر اندازہ ہوتا ہے۔ کہ آئندہ کے لئے جنگجو آفریدیوں کا ایسا فیصلہ کرنا منظور ہے۔ کہ پھر تا حیات وہ سر نہ اٹھائیں۔ ہر قسم کا سامان رسد و چارہ اسپاں وغیرہ کے کافی ذخیرے چھاؤنی پشاور اور کیمپ میں فراہم کئے گئے ہیں۔ خدا تعالےٰ اس جنگ کا ملک و قوم و سلطنت کے لئے انجام بخیر کرے۔ آمین ؛

کیمپ دکھا کر واپسی پر شیخ صاحب نے اسلامیہ کالج پشاور کی سیر کرائی۔ جس میں ایک ہوسٹل کی عمارت زیر نگرانی شیخ صاحب آج کل تیار ہو رہی ہے۔ یہ کالج اس قدر وسیع پیمانہ پر اور میلوں کے رقبہ میں بنایا گیا ہے۔ کہ ہندوستان بھر میں شاید ہی کوئی کالج اس قدر وسیع عمارات کا اور اتنے رقبہ کا ہوگا۔ اس کالج کو گورنمنٹ کی طرف سے بہت امداد ملتی ہے۔ اور نہایت ہی شاندار کالج ہے۔ جس میں طلباء بھی کافی ہیں۔ اور اخراجات تعلیم بمقابلہ تمام دیگر کالجوں کے بہت کم ہیں۔ لیکن ابھی بی۔ اے تک ہے۔ اور شہر سے بہت ہی فاصلہ پر باہر ایک طرف پہاڑوں کے قریب بنایا گیا ہے۔ خوب سرسبز و شاداب درخت وغیرہ لگے ہوئے ہیں۔ اور نہایت خوش منظر ہے ؛

گیارہ بجے کے بعد ہم اس سیر سے فارغ ہو کر شیخ صاحب کے دفتر میں گئے۔ اور شیخ صاحب نے اپنے ضروری منصبی فرائض ادا کر کے پونے بارہ بجے ہمیں اپنی موٹر میں سوار کرا کر قیام گاہ پر پہنچایا۔ جہاں ایک پرتکلف دعوت مسجد احمدیہ کی بالائی منزل میں کھائی۔ اور اسی موٹر میں سوار ہو کر اسٹیشن پر آ گئے۔ اور ۲۸ر اکتوبر کو پونے سات بجے صبح کے لاہور پہونچے۔ یہاں سے میرے رفیق سفر مولوی محمد یار صاحب تو قادیان کے لئے مجھ سے علیحدہ ہو گئے۔ اور میں ایک محترم بزرگ کے لئے مشین پریس دیکھنے کی خاطر لاہور اتر پڑا۔ جہاں مجھ پر وہ حادثہ گذرا جو درج ذیل ہے۔

حادثہ ناگہانی اور احباب کو پریشانی

لاہور اسٹیشن سے نکل کر میں سیدھا دہلی دروازہ کو جانے کے لئے لنڈا بازار سے پیدل گذر رہا تھا۔ اور میرے ہاتھ میں میرا ایک چھوٹا سا ہینڈ بیگ تھا۔ تمام رات کی کوفت سے ٹانگیں شل ہو گئی تھیں۔ اور صبح کا وقت۔ کسی قدر سردی اور سڑک بازار پر تازہ چھڑکاؤ ہوا تھا۔ ہر طرف سے ٹانگے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش میں نہایت بے پروائی سے دوڑ رہے تھے۔ کوئی تانگہ والا عین قریب آکر ہٹو بچو کی آواز دے دیتا تھا۔ جس سے یہ پتہ نہ لگتا تھا۔ کہ کس کو آواز دے رہا ہے۔ میں اپنے خیال میں امن کی راہ جا رہا تھا۔ مجھے یہ گمان تک نہ تھا۔ کہ لاہور جیسے شہر میں جہاں نہایت احتیاط اور انتظام سے موٹر ٹانگہ گاڑی گذرتی ہے ایسا واقعہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ تانگہ اوپر ہی آ چڑھے۔ کہ ایک گوجر دودھ کے برتن ٹٹم پر لادے ہوئے یکایک میرے سر پر پہنچ گیا۔ اس نے قطعاً پرواہ نہ کی۔ کہ آگے کوئی جا رہا ہے۔ لوگ کہتے تھے۔ کہ اس نے گھوڑا بہت روکا۔ اور ہٹو اور بچو بھی بہت کہا۔ مگر نہ گھوڑا رکا اور نہ میں نے اس کی آواز سنے۔ کہ ایک دم گھوڑے نے اپنے دونوں اگلے پاؤں کے گھٹنے میری کمر میں مارے۔ اور میں قریباً چار قدم آگے اس کی اس ٹھوکر سے منہ کے بل گر پڑا۔ اور میرا ہینڈ بیگ میرے ہاتھ سے گر گیا۔ گھوڑا رکا نہیں وہ چلتا ہی رہا۔ اور میرے ہینڈ بیگ کے اوپر سے ٹٹم کا پہیہ گذر گیا۔ بیگ تو ٹوٹ گیا۔ بارے گھوڑا وہیں رک گیا۔ اور یہ خدا نے خاص اپنے فضل و رحم سے مجھے تین چار قدم گھوڑے سے آگے ایک طرف پھینکدیا کہ میری جان بچ گئی۔ ورنہ وہ گھوڑا اور وہ ٹٹم اگر مجھے فرشتے اٹھا کر پرے نہ پھینکدیتے۔ تو میرے اوپر سے گذر کر میری جان کا خاتمہ کر دیتے۔ خدا تعالےٰ کا بے انتہا اور بے شمار شکر ہے کہ اس نے محض اپنے فضل سے بغیر کسی کی امداد کے موت کے منہ سے چھڑا کر دشمنان سلسلہ کو خوشی کا موقعہ نہ دیا۔ ثم الحمد للہ علیٰ احسانہ ؛

گر کر میری کیا حالت ہوئی

لوگوں کا وہاں ہجوم ہو گیا۔ مگر ان میں میرا کوئی شناسا اور واقف نہ تھا۔ گرے ہوئے کو چند آدمیوں نے اٹھایا۔ تو اس وقت میرے حواس درست نہ تھے اور نہ مجھے یہ محسوس ہو رہا تھا۔ کہ میرے ساتھ کیا واقعہ گذرا ہے۔ نہ مجھے یہ احساس تھا۔ کہ میرے کہیں چوٹ لگی ہے یا نہیں۔ تھوڑی دیر بعد جب مجھ کو ایک دکان پر بٹھایا اور گرم پانی سے غرارے کرائے گئے۔ تو پتہ لگا۔ کہ میری زبان کا اگلا حصہ ½ ا کے قریب دانتوں میں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اگر ایک جانب سے کٹ گیا ہے۔ اور خون جاری ہے اور کسی جگہ مجھے درد محسوس نہ ہوتا تھا۔ صرف زبان پر زخم لگا۔ اور میں نے دیکھا۔ کہ میں بول نہیں سکتا۔ اور خون بند نہیں ہوتا۔ جس سے مجھے بہت ہی غم ہوا۔ کہ کہیں خدانخواستہ گویائی نہ جاتی رہے۔ چاروں طرف سے لوگ اس ٹمٹم والے کو لعنت ملامت کر رہے تھے۔ اور کہہ رہے تھے۔ کہ بڑا ظلم ہوا۔ بابے کی زبان کٹ گئی۔ سخت چوٹ آئی۔ وہ بول نہیں سکتا۔ خدا جانے اب زبان جڑیگی یا نہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ آوازیں سنکر میں اور بھی پریشان تھا۔ جب میرے ذرا حواس درست ہوئے۔ تو لوگوں نے ٹمٹم والے کی ہمدردی شروع کی۔ اور مجھے چاروں طرف سے مجبور کرنے لگے۔ کہ اس کو معاف کر دو۔ یہ قید ہو جائیگا۔ اس نے دانستہ ایسا نہیں کیا۔ گھوڑا اڑکا نہیں۔ اس نے بہتیری آوازیں دیں۔ گھوڑا اڑ گیا۔ مگر تقدیر میں یہ چوٹ لگنی تھی۔ لگ گئی۔ اب اس کو معاف کر دو۔ میں بول تو نہ سکتا تھا۔ میں نے لکھکر دیا۔ کہ مجھے موچی دروازہ ڈاکٹر نور محمد صاحب کی دکان پر پہنچا دو۔ اس سے انہوں نے سمجھ لیا۔ گویا معاف کر دیا ہے۔ اور ٹمٹم والے کو کہا کہ جاؤ اور ایک تانگہ لے کر مجھے اس میں سوار کرا کر دو آدمی مجھے ڈاکٹر صاحب کے دکان پر لے گئے۔ اور یہ آٹھ بجے سے کچھ اوپر وقت تھا۔

مکرمی ڈاکٹر نور محمد صاحب کی ہمدردی

میں جب تانگہ سے اترا تو ڈاکٹر صاحب کو خیال ہوا۔ کہ کچھ بیمار ہے۔ لیکن واقعہ سنکر اور زخم دیکھکر وہ بیکل ہو گئے۔ اور انہوں نے جس محبت اور شفقت اور دلی توجہ سے اسی وقت میرا علاج شروع کیا۔ اس کا میں تاحیات شکر گذار رہونگا۔ دوائی سے پہلے تو غرغرے کرائے۔ جس سے خون بند ہو گیا۔ مگر درد زبان میں ہو رہا تھا۔ میں نے پشاور سے اپنے بچے عزیز مشتاق احمد صاحب سلمہ اللہ کو جو گورنمنٹ کالج میں پڑھتا ہے اطلاع دیدی تھی کہ ۲۸ر اکتوبر کو ۸ بجے کے بعد مجھے ڈاکٹر نور محمد صاحب سلمہ اللہ کی دکان پر مل لیں۔ میں لاہور ٹھہروں گا اس اطلاع کے مطابق میرا بچہ مشتاق احمد دکان پر پہنچا مجھے غرغرے کرتے دیکھکر یہ سمجھا۔ کہ شاید دانت وغیرہ کی کوئی تکلیف ہو گئی ہے۔ اور دانت نکلوایا ہے۔ اس لئے غرغرے کر رہے ہیں۔ اسی خیال پر اس نے مجھے کہا۔ کہ کیا دانت نکلوایا ہے۔ میں تو جواب دینے سے معذور تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے اس کو یہ واقعہ سنایا۔ اس نے میری زبان دیکھی۔ تو رونے لگا۔ سب نے اس کو تسلی دی کہ گھبراؤ۔ نہیں۔ انشاء اللہ ابھی علاج ہو جاتا ہے۔ اور زبان بالکل درست ہو جائیگی۔ بہت تشفی کرنے پر اس نے رونا چھوڑا۔ مگر رنگ اس کے چہرے کا فق ہو رہا تھا۔ خدا اس کو سلامت رکھے۔ آمین۔

رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت

بارہ بجے دوپہر کے مکرم ڈاکٹر صاحب نے خون بند ہو چکنے پر نہایت توجہ سے زبان کو دیکھا۔ تو تجویز کی۔ کہ اس میں ٹانکے لگائے جائیں۔ چنانچہ ریشم سے ڈاکٹر صاحب نے نہایت ہی عمدگی اور آسانی سے دو ٹانکے لگا دیئے۔ اور مجھے کوئی درد محسوس نہیں ہونے دیا لیکن بعد دوپہر پھر زبان کو دیکھا۔ تو ایک ٹانکا اور لگانا ضروری جانا۔ اور ۴ بجے بعد دوپہر تیسرا ٹانکا بھی اسی قابلیت اور آسانی سے بغیر احساس درد لگا دیا۔ اللہ تعالےٰ مکرمی ڈاکٹر نور محمد صاحب کو دارین کی برکات عطا فرمائے۔ اور ان کے اہل و عیال کاروبار دین و دنیا میں روز افزوں ترقیات اور برکات بخشے۔ آمین۔ رات کو میں ڈاکٹر صاحب کے مکان میں رہا۔ اور میرا بچہ مشتاق احمد سلمہ اللہ بھی میرے پاس بورڈنگ سے چھٹی لے کر آگیا۔ ۲۹ر اکتوبر کو مجھے میرا مشتاق ۹ بجے ریل میں سوار کرا کر ۱۲½ بجے دوپہر کے قادیان اپنے گھر لے آیا۔ فللہ الحمد کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے مجھے بخیریت گھر پہنچا دیا۔

چند کرمفرماؤں کا ذکر خیر

لاہور سے بٹالہ جب گاڑی پہنچی۔ تو وہاں قادیان والی ٹرین میں انٹر کی ایک ہی گاڑی ہوتی ہے۔ جس کا ایک کمرہ زنانہ اور دوسرا مردانہ ہے۔ میں اور میرا بچہ مشتاق اس مردانہ کمرے میں بیٹھ گئے۔ تو تھوڑی دیر میں ہمارے سلسلہ کے چند اکن اعلیٰ جو غالباً کسی جگہ سے واپس آ رہے تھے۔ اسی کمرے میں تشریف لے آئے۔ قلی نے ان کا سامان اندر رکھدیا۔ اور وہ بزرگ میوہ فروش سے فروٹ خریدنے میں مصروف ہو گئے۔ یہ بزرگ فروٹ خریدنے اور ان کے ٹسٹ کرنے میں اس قدر منہمک تھے۔ کہ وہ نظر اٹھا کر بھی ایک ناچیز اپنے شناسا اور کم از کم قادیان ہی آنے والے احمدی کی طرف دیکھنے کی بھی فرصت نہ پاتے تھے۔ یہ نہیں۔ کہ انہوں نے مجھے پہچانا نہیں۔ گو اس حادثہ کی وجہ سے میں مضمحل تو ہو گیا تھا۔ اور میری صورت حال بغیر سوال ہی بتا رہی تھی۔ کہ میں بیمار ہوں۔ آخر گاڑی چلنے کو ہوئی۔ تو یہ بزرگ کمرے میں تشریف لائے۔ اور ان میں سے ایک بزرگ نے اظہار ہمدردی کے لئے فرمایا۔ کہ خیر ہے۔ میں بول نہ سکتا تھا۔ اس لئے لکھکر مختصر سا واقعہ عرض کر دیا۔ بالاتفاق سب نے اس کو پڑھا۔ اور دل میں اظہار ہمدردی و تاسف کر کے بیٹھ گئے۔ اور آج تک پھر انہوں نے میری حالت دیکھنے یا معلوم کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہاں یہ ناشکری ہو گی۔ اگر میں ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب انچارج نور ہسپتال کی خاص توجہ اور عنایت کا ذکر نہ کروں۔ آپ نے ریل میں بیٹھے بیٹھے ہی میری زبان دیکھکر دو نسخے لکھکر میرے بچہ کے حوالے کر دیئے۔ ایک پینے کے واسطے اور ایک لگانے کے واسطے۔ گھر پہنچکر وہ نسخے ہسپتال سے بنوائے۔ اور لگانے کی دوائی ایک روئی کے پھایہ پر لگا کر میرے بچہ کے حوالہ کر دی۔ کہ جا کر یہ ہونٹ کے زخم پر لگا دو۔ جو مجھ تک پہنچتے پہنچتے وہ پھایہ خشک ہو چکا تھا۔ میں تو نہیں چاہتا تھا۔ کہ ڈاکٹر صاحب کو پھر تکلیف دوں۔ کہ وہ آکر مجھے دیکھ لیں۔ کیونکہ اوّل تو وہ عدیم الفرصت ہیں۔ دوم ایسے زود رنج کہ مریض کو اطمینان دلانے کی بجائے ذرا سی خلاف مرضی بات پر غصہ ہو جاتے ہیں۔ اور مجھ جیسے بیکس مریض تو اُن سے عرض حال کرتے بھی ڈرتے ہیں۔ تیسرے میں اس لسٹ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میں درج نہیں ہوں۔ جن کو دیکھنا ڈاکٹر صاحب کے منصبی فرائض میں ہے۔ اس لئے میں نے ان کو دوبارہ دیکھنے کی تکلیف دینی پسند نہ کی۔ لیکن میرے گھر والوں کو میری زبان کے بند ہونے سے بے حد فکر اور غم تھا۔ ان کی خواہش تھی۔ کہ کوئی ڈاکٹر دیکھ کر ہماری اطمینان کر دے۔ کم از کم ایک دفعہ روزانہ دیکھ لیا کرے۔ انہوں نے اپنے بچہ مشتاق کو ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں بھیجا۔ کہ وہ ذرا تشریف لاکر دیکھ جائیں۔ مشتاق دو دفعہ گیا۔ تو بمشکل ڈاکٹر صاحب بارہ بجے کے بعد تشریف لائے۔ زبان کو لوشن سے دھوکر اور گلیسرین لگا کر فرمانے لگے۔ کہ اس طرح دو دفعہ دن میں زبان کو دھو لیا کرو۔ اور گلیسرین لگا لیا کرو۔ اگلے دن پھر اسٹیشن سے آتے ہوئے بعد دوپہر تشریف لاکر یہی عمل کر گئے۔ اس کے بعد انہوں نے ضرورت نہ سمجھی۔ کہ مجھے دیکھیں۔ البتہ ہسپتال سے ملک صاحب جو کمپونڈری کا کام سیکھ رہے ہیں۔ ایک دو ماہ کے بعد آکر گلیسرین لگا جاتے ہیں۔ پس میں ڈاکٹر صاحب اور ملک صاحب دونوں کا نہایت ہی ممنون احسان ہوں۔ غنیمت ہے۔ اتنا تو ان کو خیال ہے۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء

۲ر نومبر کو ڈاکٹر صاحب سلمہ اللہ نے مجھے حکم بھیجا۔ کہ ہسپتال میں آجائیں۔ آج میں ٹانکے کاٹ دوں۔ میں بہ تعمیل ارشاد بلا چون وچرا جس طرح بن پڑا ہسپتال میں پہنچا۔ ڈاکٹر صاحب نے نہایت مہربانی سے کوکین لگا کر ٹانکے کاٹ دیئے۔ اور مجھے کوئی تکلیف نہ ہوئی۔ پھر اس کے بعد ڈاکٹر صاحب کو فرصت نہیں ہوئی کہ وہ مجھے یہاں آکر یا ہسپتال بلا کر ہی دیکھ لیتے۔ نہ کسی مزید دوائی کی ضرورت رہی۔ میں اس وقت سوائے دودھ اور یخنی کے کوئی چیز نہیں کھا سکتا۔ آج ۱۲ر نومبر کو میں یہ مضمون لکھ رہا ہوں۔ اور ابھی زبان کا زخم پورے طور پر مندمل نہیں ہوا۔ نہ زیادہ گفتگو کر سکتا ہوں۔ انشاء اللہ امید کامل ہے۔ کہ ایک ہفتہ تک بالکل زبان صاف ہو جائیگی۔ اور صحت کامل مل جائیگی

صدر انجمن کی توجہ کے قابل

قادیان شریف کی آبادی خدا کے فضل سے دن بدن بڑھ رہی ہے۔ اور قادیان کے ملحق جدید محلہ جات دارالفضل۔ دارالرحمت۔ دارالبرکات۔ احمد آباد نیا پنڈ اس قدر وسعت رکھتے ہیں۔ کہ اتنی وسیع آبادی کے لئے ایک ڈاکٹر کسی صورت میں بھی کافی نہیں ہو سکتا۔ خصوصاً جب کہ سب نے نور ہسپتال سے ہی علاج کرانا ہے۔ موجودہ سٹاف ہسپتال کا نہایت ناکافی ہے۔ سوائے ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب انچارج ہسپتال کے کوئی تجربہ کار نہ تو کمپونڈر ہے نہ دوسرا ڈاکٹر۔ اور ڈاکٹر صاحب موصوف کو تمام کارکنان صدر انجمن اور تمام خاندان رسالت و خاندان خلافت اولیٰ وثانیہ وخاص حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کو دیکھنا۔ اور سب کا علاج معالجہ کرنا ہی اس قدر وقت چاہتا ہے۔ کہ رات دن اس سے ہی فارغ نہیں رہ سکتے۔ پھر جن دنوں حضرت ایدہ اللہ کہیں باہر تبدیل آب وہوا کے واسطے تشریف لیجاتے ہیں۔ تو نہایت ضروری اور واجب ہے۔ کہ حضور کے ساتھ ایک ڈاکٹر ہو۔ اور ایسے ایام میں نور ہسپتال کا جو حشر ہوتا ہے۔ وہ کسی سے مخفی نہیں۔ کہ کبھی کوئی عارضی طور پر آٹھ دس دن کام کر گیا۔ کبھی کوئی نہیں۔ تو بھائی محمود احمد صاحب سابق ہیڈ کمپونڈر ہسپتال کو ہی بلا کر کام چلا لیا جاتا ہے۔ جس سے اتنی تکلیف بیماروں کو ہوتی ہے۔ کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ اسلئے نور ہسپتال میں ایک مستقل ڈاکٹر رکھنا۔ صدر انجمن کا فرض ہے۔ تاکہ یہ روزانہ تکلیف رفع ہو۔ ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب کو ۹ بجے صبح سے قبل تو ہسپتال آنا مشکل ہے کیونکہ وہ شہر میں کام کرتے رہتے ہیں۔ اس کے بعد وہ بارہ بجے تک ہسپتال میں رہتے۔ اور سب بیماروں کی دیکھ بھال کرتے نسخے لکھتے علاج بتاتے۔ تھکے ماندے ہو کر گھر جاتے ہیں۔ جس سے خود ان کی صحت پر برا اثر پڑ رہا ہے۔

پچھلے دنوں جب حضور شملہ تشریف لے گئے تھے۔ اور ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب ہمرکاب تھے۔ نور ہسپتال میں کئی دن تک تو کوئی ڈاکٹر نہ تھا۔ بعد میں امرتسر سے قاضی محبوب عالم صاحب پنشنر سب اسسٹنٹ سرجن کو بلا کر لگایا گیا۔ ان ایام میں بیماروں کی بھی کثرت تھی۔ اور قاضی صاحب موصوف بھی پرانے تجربہ کار ڈاکٹر تھے۔ آپ نے نہایت ہی مستعدی اور اخلاص سے دو ماہ کے قریب یہاں کام کیا۔ اس قلیل عرصہ میں جس قدر ہر دلعزیزی انہوں نے قادیان کی احمدی اور غیر احمدی ہر طبقہ کی پبلک میں حاصل کی۔ وہ کبھی نہیں بھولیگی۔ عام پبلک کی یہ خواہش تھی۔ اور اس کا اظہار بھی بذریعہ درخواست کے صدر انجمن میں غالباً کیا گیا۔ کہ نور ہسپتال کے لئے قاضی محبوب عالم صاحب کو دوسرا ڈاکٹر رکھا جائے۔ قاضی صاحب کو بھی پبلک نے رضامند کر لیا تھا۔ بجٹ میں بھی دوسرے ڈاکٹر کی گنجائش تھی۔ اور ایسا ہر دلعزیز اور تجربہ کار محنتی ہوشیار ڈاکٹر ہسپتال کے لئے ستر روپیہ ماہوار پر ملنا ناممکن نہیں تو محال ضرور تھا۔ مگر افسوس سے سنا گیا۔ کہ صدر انجمن نے نہ تو ضرورت کا احساس کیا۔ نہ پبلک کی حالت کا اندازہ فرمایا۔ اور ستر روپیہ ماہوار پر قاضی صاحب کو نہ رکھا گیا۔ جو کہ ایک تھرڈ گریڈ سب اسسٹنٹ سرجن کی تنخواہ تھی۔ اور وہ واپس چلے گئے۔

ہماری رائے میں جب کہ بجٹ میں گنجائش ہے۔ ڈاکٹر بھی قابل لائق پرانا تجربہ کار ہوشیار مخلص احمدی ملتا ہے پبلک بھی دل سے اس کی قدر کرتی اور خواہشمند ہے۔ کہ ان کی خبر گیری کے لئے کوئی کافی وقت دینے والا قاضی محبوب عالم صاحب جیسا ڈاکٹر ہو۔ وسعت قادیان اور آبادی کی روزانہ ترقی بھی اس کی مقتضی ہے۔ کہ ایک دوسرا ڈاکٹر ضرور رکھا جائے۔ تو پھر صدر انجمن کو اس میں کیوں تامل ہے۔ بہتر ہے۔ کہ جناب ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب کارکنان صدر انجمن اور خاندان رسالت وخلافت وخاص حضرت صاحب کے لئے مخصوص کر دیئے جائیں۔ کیونکہ یہ سب سے ضروری امر ہے۔ کہ صدر انجمن کی طرف سے حضرت صاحب کے واسطے ایک فیملی ڈاکٹر ہو۔ چہ جائیکہ اس کے ساتھ تمام کارکنان صدر انجمن وخاندان رسالت و خلافت اولیٰ بھی شامل ہے۔ ایسی صورت میں تو پورا وقت دینے والا ڈاکٹر اس کے لئے ہونا چاہیئے۔ سو

(بقیہ دیکھو صفحہ ۱۵ کالم اول)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پیغامی مشن

مولوی محمد علی صاحب اور خضر کی نبوت

(گذشتہ سے پیوستہ)

(۳)

اب ہم تیسری بات کو لیتے ہیں۔ یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا الہام کہ "عید تو آج ہے چاہو عید کرو یا نہ کرو"۔ چونکہ حضرت مسیح موعود نے اس الہام کی بنا پر عید نہ کی۔ اس لئے مولوی صاحب نے یہ نتیجہ نکالا ہے۔ کہ مسیح موعودؑ کا الہام حجت نہ تھا۔ اس لئے وہ نبی نہیں ہو سکتے۔ مولوی صاحب کی عبارت کے پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ مولوی صاحب کے نزدیک وحی کے حجت بننے کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ پہلی شریعت کے کسی نہ کسی حکم کے خلاف ہو۔ اور پھر باوجود اس کے اس نئی وحی پر عمل کیا جائے۔ تب وہ حجت کہلا سکتی ہے اگر یہ بات ہے۔ تو اس پر یہ سوال پڑتا ہے۔ کہ نبی کریم صلعم کی کئی ایسی وحی ہیں۔ جو گذشتہ انبیاء اور رسولوں کی وحی کے بالکل مطابق ہیں۔ بلکہ بعض ایسی بھی ملیں گی۔ جو لفظ بلفظ ان سے ملتی جلتی ہیں۔ کیا آپ نبی کریم صلعم کی ان وحیوں اور الہاموں کو حجت نہیں سمجھیں گے!!! یہ خیال بالبداہت باطل ہے۔

اب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام کو لیتا ہوں۔ مولوی صاحب کے نزدیک یہ الہام قابل حجت نہیں۔ کیونکہ اگر یہ وحی قابل حجت ہوتی۔ تو آپ ضرور اس پر عمل کرتے۔ نہ یہ کہ چاند کے نظر آنے یا تیس روزے کے پورا ہونے کا انتظار کرتے۔ گویہ الہام مولوی صاحب کے نزدیک خدائی تو ہے۔ مگر چونکہ شریعت کے ایک حکم (غالباً صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ ہوگا۔) کے خلاف ہے اس لئے قابل التفات نہیں۔ اور اس پر عمل کرنا ناجائز ہے گویا اس الہام کی حدیث کے سامنے کوئی قدر نہیں۔

مجھے مولوی صاحب کے فہم اور سمجھ پر بہت تعجب آتا ہے۔ کہ جو اہ مخواہ اس خدائی الہام کو ایک اصل اور فضول بات کی طرح ٹھکرایا ہے۔ نامعلوم مولوی صاحب کو کہاں سے علم ہوا ہے۔ کہ یہ الہام چونکہ حدیث کے خلاف تھا اس لئے اس کی طرف توجہ نہیں کی گئی۔ حالانکہ اگر مولوی صاحب ذرا غور اور تدبر سے کام لیتے۔ تو ان کو معلوم ہو جاتا۔ کہ اس الہام اور حدیث میں کوئی اختلاف نہیں کوئی ٹکراؤ نہیں۔ یعنی اس میں کسی قسم کا تناقض نہیں جس دو باتوں میں کوئی اختلاف اور تناقض نہ ہو۔ اگر ایک پر عمل کیا جائے۔ تو اس سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہو سکتا۔ کہ دوسری بات کی کوئی وقعت اور قدر نہیں ہے۔ دیکھو ذرا غور سے پھر اس الہام کو پڑھیئے گا۔ الہام کے لفظ یہ ہیں۔ "عید تو آج ہے۔ چاہو عید کرو یا نہ کرو"۔ پھر اس حدیث کو ذہن نشین کر لیں۔ کہ صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے۔ کہ چاند کے دیکھنے کے بعد روزہ رکھو۔ اور چاند ہی کے دیکھنے کے بعد افطار کرو۔ اور الہام کا مطلب یہ ہے۔ کہ بے شک فی الحقیقت عید تو آج ہے۔ لیکن تمہیں اختیار ہے۔ چاہو آج ہی الہام کے مطابق عید کرو۔ چاہو ظاہری حدیث پر عمل کر کے آج عید نہ کرو۔ بلکہ کل کرو۔ اس میں اختلاف کہاں ہے۔ اگر اختلاف ہوتا تو یوں عبارت ہوتی۔ کہ "عید تو آج ہے۔ لیکن چونکہ تمہارا الہام شریعت کے مقابلہ میں کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ اس لئے عید نہ کرو۔ چاند کو نظر آنے دو۔ یا گنتی کو تیس پوری ہونے دو۔ چونکہ عبارت ایسی نہیں ہے۔ اس لئے وہ خیال غلط ہے۔ بے شک حضرت مسیح موعودؑ نے ساتھ یہ بھی فرمایا ہے۔

"کہ یہ شریعت کا مسئلہ ہے۔ کہ انتیس کو اگر چاند نظر آئے۔ تو عید کی جائے۔ اس لئے روزہ ہی رکھنا چاہیئے"۔

لیکن آپ کا یہ ہرگز مطلب نہ تھا۔ کہ چونکہ میرا الہام شریعت کے مسئلہ سے ٹکرا گیا ہے۔ اس لئے میں اپنے الہام کو حدیث کے مقابلہ میں قربان کرتا ہوں۔ یا آپ کو نعوذ باللہ ایسا الہام بھی ہوتا تھا۔ جو کہ خدا کے حکم اور اس کے رسول محمد صلعم کے خلاف تھا۔ بلکہ اصل بات یہ ہے۔ کہ آپ کو معلوم تھا۔ کہ شریعت کا یہ مسئلہ ہے کہ اگر چاند نظر نہ آئے۔ تو گنتی کو پوری کریں۔ اور آپ کو اپنے الہام پر بھی پورا یقین تھا۔ اور اس کو حجت سمجھتے تھے۔ اور خدا تعالےٰ نے اس الہام کی صداقت بعد میں دکھا بھی دی۔ چونکہ آپ کو ساتھ یہ بھی معلوم تھا۔ کہ اس الہام اور شریعت کے حکم میں کوئی ٹکراؤ نہیں ہے۔ اس لئے آپ نے ایک ایسی راہ اختیار کی ہے۔ جس میں شریعت کا ظاہری حکم بھی پورا ہو۔ اور اور الہام کی بھی ایک طرح سے تعمیل ہو۔ کیونکہ الہام میں اختیار دیا گیا ہے۔ کہ چاہو آج عید کرو۔ چاہو دوسرے دن کرو۔ اب جب کہ ثابت ہو گیا ہے۔ کہ یہ الہام شریعت کے کسی حکم سے نہیں ٹکرایا۔ اور اس پر ایک لحاظ سے عمل بھی ہو گیا۔ تو پھر کیا یہ جائے تعجب نہیں ہے۔ کہ باوجود ان باتوں کے پھر مولوی صاحب کو اس بات کے کہنے کی جرأت ہوئی ہے۔ کہ الہام کو پس پشت رکھا گیا۔ اور صرف حدیث کے حکم پر عمل ہو گیا۔ خدارا ذرا غور تو کریں۔ عمل تو دونوں پر ہوا ہے۔

علاوہ ازیں یہ بات بھی قابل غور ہے۔ کہ سچے ملہم کا الہام ہرگز خدا کی کلام یا شریعت کے کسی حکم کا مخالف نہیں ہو سکتا۔ ورنہ ماننا پڑے گا۔ کہ یا تو وہ الہام خدائی نہیں ہے۔ یا یہ تسلیم کرنا پڑیگا۔ کہ خدا تعالےٰ نعوذ باللہ اپنے سچے ملہم سے ایسی بات بھی کروا جاتا ہے۔ جو ناقابل عمل اور ناقابل التفات ہوتی ہے۔ تعالے اللہ عن ذالک علوا کبیرا۔ اب ہر وہ شخص جو کم از کم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو سچا ملہم یقین رکھتا ہے۔ اس پر فرض ہے۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ کے ہر الہام کو سچا اور حجت سمجھے۔ اور ساتھ یہ بھی یقین رکھے۔ کہ آپ کو کوئی ایسا الہام نہیں ہوا۔ جو قرآن شریف یا حدیث نبوی کے خلاف ہو۔

ہاں اس بات کا ذکر کرنا کہ کیا حضرت مسیح موعودؑ کا الہام اور وحی حجت تھا یا نہ۔ خالی از فائدہ نہ ہوگا۔ سو واضح رہے۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ کو اپنے الہام اور وحی پر ایسا ہی یقین تھا۔ جیسا کہ قرآن شریف کے کلام اللہ ہونے پر۔ اسی طرح آپ نے اپنی وحی اور الہام کو مدار نجات قرار دیا ہے۔ اور ایسا ہی واجب

Digitized by Khilafat Library Rabwah

التعمیل اور حجت سمجھتے تھے۔ جیسا کہ قرآن۔ بطور نمونہ آپ کے چند حوالے درج کئے جاتے ہیں:۔

(۱) "یہ مکالمہ الٰہیہ جو مجھ سے ہوتا ہے یقینی ہے۔ اگر میں ایک دم کے لئے بھی اس میں شک کروں۔ تو کافر ہو جاؤں۔ اور میری آخرت تباہ ہو جائے۔ وہ کلام جو میرے پر نازل ہوا یقینی اور قطعی ہے۔ اور جیسا کہ آفتاب اور اس کی روشنی کو دیکھ کر کوئی شک نہیں کر سکتا۔ کہ یہ آفتاب اور اس کی روشنی ہے۔ ایسا ہی میں اس کلام میں بھی شک نہیں کر سکتا۔ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے میرے پر نازل ہوتا ہے۔ اور میں اس پر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں۔ جیسا کہ خدا کی کتاب پر.... اور چونکہ میرے نزدیک نبی اس کو کہتے ہیں۔ جس پر خدا کا کلام یقینی و قطعی بکثرت نازل ہو۔ جو غیب پر مشتمل ہو۔ اس لئے خدا نے میرا نام نبی رکھا۔ مگر بغیر شریعت کے۔" (تجلیات الٰہیہ صفحہ ۲۵ و صفحہ ۲۶)

آپ کی یہ عبارت ایسی واضح اور بین ہے کہ اس میں ..... کسی قسم کی تشریح کی گنجائش نہیں رہی۔

(۲) تعمیر بہشتی مقبرہ کے متعلق آپ رسالہ الوصیت صفحہ ۲۱ کے حاشیہ میں فرماتے ہیں:۔

"کوئی نادان اس قبرستان اور اس انتظام کو بدعت میں داخل نہ سمجھے۔ کیونکہ یہ انتظام حسب وحی الٰہی ہے اور انسان کا اس میں دخل نہیں۔"

آخری فقرہ "کیونکہ یہ انتظام حسب وحی الٰہی ہے" قابل غور ہے۔

(۳) غیر احمدی کے پیچھے نماز پڑھنے کے متعلق آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

"تکفیر کرنے والے اور تکذیب کی راہ اختیار کرنے والے ہلاک شدہ قوم ہے۔ اس لئے وہ اس لائق نہیں ہیں۔ کہ میری جماعت میں سے کوئی شخص ان کے پیچھے نماز پڑھے کیا زندہ مردہ کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے۔ پس یاد رکھو۔ جیسا کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے۔ تمہارے پر حرام ہے۔ اور قطعی حرام ہے۔ کہ کسی مکفر اور مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو۔" (اربعین سوم صفحہ نمبر ۴ حاشیہ)

اب بتایئے۔ کہ مکفر اور مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھنے سے جو روکا ہے کس نے روکا وحی الٰہی نے ولیس۔ یہ وحی حجت ہوئی یا نہ۔

اب یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہو گئی۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وحی اور الہام یقینی اور قطعی تھا۔ اور نیز حجت اور واجب التعمیل تھا۔ اب مولوی صاحب ہی فیصلہ کریں۔ کہ آیا ان باتوں کے ہوتے ہوئے بھی آپ کی نبوت ثابت نہیں ہوتی۔ یہ بات صرف نبی اور رسول تک محدود نہیں ہے۔ بلکہ جتنے بھی سچے ملہم ہوتے ہیں ان کے الہام کم از کم ان کے لئے تو ضرور حجت اور واجب التعمیل ہوتے ہیں۔ اگر وہ اس الہام کے منشاء کے مطابق عمل کرنے سے دریغ کریں۔ تو غضب الٰہی کے نشانہ بن جاتے ہیں۔ اور وہ خدا سے دور پھینکے جاتے ہیں۔ اس کے متعلق حضرت مسیح موعود براہین احمدیہ بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱ کے صفحہ ۲۶۴ پر فرماتے ہیں۔

"اور اس جگہ یہ بھی واضح رہے۔ کہ جو امر بذریعہ الہام الٰہی کسی پر نازل ہو۔ تو اس کے لئے اور ہر ایک کے لئے کوئی وجہ یقین کرنے کی رکھتا ہے۔ .....

... یا خدا نے کوئی نشان یقین کرنے کا اس پر ظاہر کر دیا ہے واجب التعمیل ہے۔ اور جو شخص جس کو اس الہام کی نسبت باور دلایا گیا ہے۔ اس پر عمل کرنے سے عمداً دست کش ہو۔ وہ مورد غضب الٰہی ہوگا۔ بلکہ اس کا خاتمہ بد ہونے کا سخت اندیشہ ہے۔ بلعم بن باعور کو خدا نے الہام میں لا تدع علیہم کہا۔ یعنی یہ کہ موسیٰ اور اس کے لشکر پر بد دعا مت کر۔ اس نے برخلاف امر الٰہی کے حضرت موسیٰ کے لشکر پر بد دعا کرنے کا ارادہ کیا۔ آخر اس کا یہ نتیجہ ہوا۔ کہ خدا نے اس کو اپنی جناب سے رد کر دیا۔ اور اس کو کتے سے تشبیہ دی۔"

پھر آگے چلکر آپ فرماتے ہیں:۔

"وہ الہام ہی تھا۔ جس کی تعمیل سے حضرت موسیٰ کی ماں نے حضرت موسیٰ کو شیر خوارگی کی حالت میں ایک صندوق میں ڈال کر دریا میں پھینک دیا۔"

اس آخری عبارت سے اور واضح ہو گیا ہے۔ کہ آیا صرف نبی اور رسول کی وحی ہی حجت ہوتی ہے۔ یا کہ ہر ایک سچے ملہم کی وحی الہام حجت اور واجب التعمیل ہوتا ہے۔ فتدبروا!!

اب رہی یہ بات کہ حضرت خضر کون تھے۔ نبی تھے یا کوئی اور؟ فرشتہ تھے یا آدمی؟ تو پیشتر اس کے کہ ہم اس کے متعلق اپنا عقیدہ تحریر کریں۔ یہ واضح کر دینا بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ جناب مولوی محمد علی صاحب کے لئے یہ کوئی عجیب اور نئی بات نہیں۔ کہ اگر وہ اس بارہ میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف نظر آئیں۔ کیونکہ وہ تو کئی باتوں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مخالف ہو گئے ہیں۔ چنانچہ جس شخص کو حضرت مسیح موعودؑ نے بے باپ قرار دیا ہے۔ اور اس کو اپنے عقائد میں شمار کیا ہے۔ مولوی محمد علی صاحب اس کی بہت زور و شور سے مخالفت کرتے ہیں۔ اور جس کو (یعنی مسیح موعود کو) قرآن شریف۔ حدیث نبوی۔ پرانے نوشتے۔ اولیاء و اقطاب۔ اور خود مدعی (علیہ السلام) نے نبی اور رسول قرار دیا ہے۔ مولوی صاحب ان کو غیر نبی اور غیر رسول مانتے ہیں۔ اور جس کو نہ قرآن نہ حدیث۔ نہ خود مدعی نے نبی اور رسول قرار دیا ہے۔ اس کو مولوی صاحب بہت جرأت اور دلیری سے نبی اور رسول کا خطاب عطا فرما رہے ہیں۔ جو مدعی سست اور گواہ چست کا پورا پورا مصداق ہے۔

خضر کے متعلق ہمارا عقیدہ

اب ہم خضر کے متعلق اپنا عقیدہ درج کرتے ہیں اس بارہ میں ہمارا وہی عقیدہ ہے۔ جو ہمارے امام امام الزمان و نبی الرحمٰن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہے۔ آپ براہین احمدیہ بقیہ حاشیہ در حاشیہ ۱ صفحہ ۲۶۶ پر فرماتے ہیں۔

"اور ظاہر ہے۔ کہ خضر رسول نہیں تھا۔ ورنہ وہ اپنی امت میں ہوتا نہ جنگلوں اور دریاؤں کے کنارہ پر۔ اور خدا نے بھی اس کو رسول یا نبی کر کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نہیں پکارا۔"

آخری فقرہ بہت قابل غور ہے۔ اس جگہ حضرت مسیح موعود نے خضر کے غیر نبی ہونے کی دو دلیلیں دی ہیں ایک یہ کہ ان کا کام اور طرز رہائش نبی اور رسول سا نہیں۔ دوم یہ کہ خدا نے ان کو نبی یا رسول کر کے نہیں پکارا۔

اور مولوی محمد علی صاحب نے اس کے مقابل میں خضر کے نبی ہونے کی صرف ایک ہی دلیل پیش کی ہے اور وہ بھی موسیٰ کی ماں کی وحی سے ٹوٹ گئی۔ فتدبر!

لطیفہ بیان القرآن کے صفحہ ۱۱۸۵ پر جہاں حضرت خضر کے نبی ہونے اور حضرت مسیح موعود کے غیر نبی ہونے کا ذکر ہے۔ وہاں پر مولوی صاحب نے بہت زوردار الفاظ میں لکھا ہے۔ کہ اُن (خضر) کے نبی ہونے کا یہ قطعی ثبوت ہے۔ کہ قرآن شریف سے ان کی وحی حجت ثابت ہوتی ہے۔" لیکن بعد میں جہاں خضر کے فرشتہ ہونے یا آدمی ہونے کا ذکر ہے۔ وہاں پر مولوی صاحب کے الفاظ کچھ کمزور اور ڈھیلے سے ہو گئے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:۔

"مگر میرے نزدیک ترجیح اس بات کو ہے۔ جس پر اکثر ہیں۔ کہ خضر انسان تھے۔"

کیا ہی لطیف بات ہے۔ کہ خضر کو نبی بنانے کے لئے مولوی صاحب کو قطعی ثبوت تو ملتا ہے۔ لیکن ان کو انسان ثابت کرنے کے لئے "میرے نزدیک" سے زیادہ زوردار الفاظ نہیں ملتے۔ ایں چہ بوالعجبی است!

(ابوبکر ایوب ساڑی مولوی فاضل)

پیغام پارٹی کا ارتداد

ایڈیٹر پیغام جناب مولوی محمد علی صاحب ناکام کا عقائد احمدیہ سے ارتداد اگر دیکھنا ہو۔ تو ڈیڑھ آنہ کے ٹکٹ بھیجکر یہ ٹریکٹ منگالیں۔ چند نسخے باقی ہیں۔

ازہاق الباطل

اہل پیغام کے عقائد باطلہ کا حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے دست مبارک سے جو رد دیکھنا منظور وہ یہ رسالہ منگا کر دیکھ لیں۔ ۳ر کے ٹکٹ بھیجکر دفتر فاروق سے منگا لیں۔ دونوں اکٹھے رسالے منگانے کیواسطے ۴ر کے ٹکٹ ڈاک بھیجدیں

(منیجر فاروق قادیان)

دیانندی مشن،

ویدوں کی تہذیب

(۲)

الجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

یہ اللہ تعالےٰ کی سنت قدیمہ ہے۔ کہ پرستاران باطل کبھی بھی حقیقی امن اور راحت حاصل نہیں کر سکتے قدم قدم پر ٹھوکر کھاتے ہیں۔ ہر طرف سے ذلت ہی ذلت دیکھتے ہیں۔ ہر لحظہ ان کے لئے مصیبت کا دروازہ کھلا ہے۔ وہ جو قدم اٹھاتے ہیں۔ ان کو ناکامیابی کے گڑھے میں دھکیل دیتا ہے۔ مگر تعصب ایسی بُری شے ہے۔ کہ ٹھوکر پہ ٹھوکر کھاتے ہیں۔ مگر سنبھلنے کا نام تک نہیں لیتے۔ ذلت پہ ذلت سہتے ہیں۔ مگر اس میں خوش ہیں۔ یہی حال آج کل آریہ سماج کا ہو رہا ہے۔ اور آریہ سماج کے لئے عبرت کا مقام ہے۔ اب بھی وقت ہے۔ کہ وہ اپنی آنکھوں کو کھولکر حقیقت کو معلوم کرنے کی اور ذلت سے نکلنے کی کوشش کریں۔ اس میں ان کی بہتری اور بہبودی کا راز پوشیدہ ہے۔ اللہ تعالےٰ بہتر جانتا ہے کہ میں ہر وقت ان کے بھلے کی بات کہتا رہتا ہوں۔ اور ان کی بہتری کے لئے ان کو سیدھا اور آسان راہ بتاتا رہا ہوں۔ اس لئے آج بھی میں ایک تازہ مثال آریہ سماجی دوستوں کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔ کہ وہ آنکھیں کھولکر دیکھیں۔ تا ان کو ویدک دھرم کی سار معلوم ہو سکے۔ اور ٹھوکر کھانے سے بچ جائیں۔ ذرا غور سے سنئے!

آریہ گزٹ لاہور زیر عنوان "رام چندر پرمیشور کا اوتار نہیں" فرماتا ہے:۔

"بالی اور سگریو کا حال بیان کرنے کے بعد یوں ارشاد ہوتا ہے۔ وہ یعنی رام چندر جی جو اپنی زبان سے یہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے تم کو پہچانا نہیں۔ یہ یہ کہنا ان کا سچ ہے یا جھوٹ ہے۔ اگر کہو سچ ہے تو وہ خود اپنے آپ میں الپگنا (ناواقفیت) مانتے ہیں۔ جو پرماتما میں نہیں ہو سکتی۔ اگر کہو جھوٹ ہے وہ پہچانتے تھے۔ تو بھی پرماتما نہیں۔ کیونکہ جھوٹ بولنے والا پرماتما نہیں ہو سکتا۔"

(۱۴ر اکتوبر ۱۹۳۰ء صفحہ ۶ کالم ۲)

مذکورہ بالا حوالہ میں ہمارے قابل دوست نے یہ کھول کر بیان کر دیا ہے۔ کہ پرمیشور کے لئے انتریامی یعنی عالم کل ہونا شرط ہے۔ اور اس دلیل کے ہی ماتحت اپنے شری رام چندر جی مہاراج رحمۃ اللہ علیہ کو پرمیشور کا اوتار ماننے سے انکار کیا ہے۔ اور یہ بات بالکل سچ ہے۔ کہ پرمیشور کے لئے عالم الغیب ہونا بہت ہی ضروری ہے کا فلسفہ ہمارے مہاشہ جی اسی ذہنیت کو مدنظر رکھتے ہوئے ویدک تعلیم پر نگاہ ڈالتے۔ تو ان کو بیّن طور پر یہ معلوم ہو جاتا کہ وید جس پرمیشور کو پیش کرتا ہے۔ وہ بھی مذکورہ بالا معیار پر پورا نہیں اترتا۔ اسلئے ثابت ہوا۔ کہ وید کا پرمیشور پرمیشور کہلانے کا مستحق نہیں۔ دلائل بیان کرتا ہوں۔ امید ہے کہ آپ پکشپات اور انیائے کو تیاگ کر میرے بچنوں پر گھمبیرتا پوروک ڈرشٹی ڈالیں گے۔ اس سے یقیناً آپ کو لابھ پراپت ہوگا۔ اور آپ کے لئے کلیان کا مارگ سپشٹ روپ میں پرگٹ ہو جائے گا۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

اس پر اگر آپ کو کوئی شک ہو۔ یا اعتراض ہو۔ تو آپ بڑی خوشی سے اپنے اخبار کے ذریعے ظاہر کر سکتے ہیں۔ میں انشاء اللہ تعالےٰ مفصل جواب عرض کر دونگا اگر آپ کو ترجمہ پر اعتراض ہو۔ تو ترجمہ غلط ثابت ہونے پر میں آپ کی خدمت میں ایک سو ایک روپیہ نقد حاضر کر دوں گا۔ آپ جس طرح چاہیں۔ اپنی تسلی کرا سکتے ہیں۔ میں ہر طرح تیار ہوں۔

دیانندی عقیدہ خدا کے متعلق

پیشتر ازیں کہ میں ویدک منتر پیش کروں۔ میں مناسب خیال کرتا ہوں کہ پنڈت دیانند جی مہاراج پرمیشور کے متعلق جو عقیدہ رکھتے ہیں وہ گوش گذار کر دوں۔ وہ بھی آپ کے لئے مفید ہی ثابت ہوگا۔ کیونکہ آپ پنڈت جی کو مہرشی کی پدوی دیتے ہیں۔ اس لئے ان کا کہنا آپ کے لئے ایک بہت بڑی حجت ہو سکتا ہے۔ پنڈت جی فرماتے ہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

"ایشور کو تینوں زمانوں کا جاننے والا کہنا پرلے درجہ کی جہالت ہے"۔

(ستیارتھ پرکاش باب ۷ صـ ۲۹۶)

مہاشہ جی اب بتایئے۔ آپ کا مہرشی تو یہ کہتا ہے۔ کہ ایشور کو تینوں زمانوں کا حال جاننے والا کہنا پرلے درجہ کی جہالت ہے۔ اور آپ کہتے ہیں۔ کہ پرمیشور کے لئے عالم کل ہونا ضروری ہے۔ اگر پنڈت جی زندہ ہوتے تو یقیناً آپ کو جاہل کی پدوی دیکر بیک بینی و دوگوش سماج سے باہر نکال دیتے۔ آپ چاہے ہزار گڑگڑاتے روتے چلاتے معافی مانگتے۔ وہ ہرگز آپ کی حالت پر رحم نہ کھاتے۔ کیونکہ گناہ کا بغیر سزا دیئے معاف کرنا از روئے ویدک دھرم بڑا بھاری ظلم ہے۔ اس لئے وہ ضرور آپ کو یہ کہتے کہ دشٹ دور ہو جا۔ اور کسی نیچ یونی میں جا۔ یہاں معافی کا کوئی کام نہیں ہے۔ پھر یقیناً آپ کو ویدک دھرم کا پتہ لگ جاتا۔ اس لئے آپ کے لئے یہ بہتر ہے۔ کہ کوئی بات زبان سے نکالنے سے پہلے اپنے مہرشی کی کتب کی سیر کر لیا کریں۔ تا بعد میں شرمندگی اٹھانی نہ پڑے اگر آپ کو اتنی فرصت نہ ہو۔ کہ اپنے مہرشی کی کتب کی سیر کر سکیں۔ تو بندہ موجود ہے۔ اور پنڈت جی کی ہر ایک بات بتانے کے لئے تیار ہے۔

ویدوں میں خدا کے بیعلم ہونے کا ذکر،

اس کے بعد میں آپ کو ویدک تعلیم کا نمونہ دکھاتا ہوں۔ تا آپ کو معلوم ہو جائے۔ کہ ویدپرمیشور کے متعلق کیا گل کھلاتے ہیں۔ اگر آپ نے اس کسوٹی سے جو آپ نے شری رام چندر جی رحمۃ اللہ کو پرمیشور کا اوتار نہ ثابت کرنے کے لئے برتی ہے۔ میرے بیان کئے ہوئے مندرجہ ذیل وید منتروں کو پرکھا۔ تو یقیناً آپ کے لئے سود مند ثابت ہوگا۔ ملاحظہ ہو:۔

منتر (۱):۔ اے عورت مرد! جیسے دیور کے ساتھ بیوہ بیجا ہوئی اور بیاہی عورت اپنے خاوند سے ہمبستری کر کے اولاد کو بہر طور پیدا کرتی ہے۔ ویسے تم دونوں بیاہتا عورت مرد کہاں رات کہاں دن میں بستے تھے۔ کہاں اشیاء کو حاصل کیا۔ اور کس وقت کہاں رہتے تھے۔ تمہارے سونے کی جگہ کہاں ہے۔ نیز کون ہو۔ یا کس ملک کے رہنے والے ہو"۔

(رگوید ۱۰-۱۸-۸)

بتایئے مہاشہ اگر پرمیشور کو ان کی ہر ایک بات کا علم تھا۔ تو اس نے ان سے کیوں دریافت کیا۔ اگر یہ سچ ہے۔ تو ویدک پرمیشور نے خود اپنے آپ میں الپگیتا مان لی ہے۔ جو پرمیشور میں نہیں ہو سکتی۔ اگر جھوٹ کہا ہے۔ تو جھوٹا ہرگز پرمیشور نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جھوٹ بولنا ایک کمزوری ہے۔ جو سرب شکتی مان پرمیشور کی حقیقت کا صفایا کر دیتی ہے۔ مہاشہ جی انصافاً اس ذہنیت کو مدنظر رکھکر کہنا جو شری رام چندر جی کو اوتار کی پدوی سے خارج کرنے کی کوشش کرتے وقت مدنظر تھی۔ بس پھر معاملہ صاف ہے۔ ویدوں کو تیاگ دیجئے جو پرمیشور کو پرمیشور پن سے ہی جواب دے رہا ہے۔ اس سے پہلے ہمارے پاس صرف یہ دلیل تھی۔ کہ وید پرمیشور کی صفت خالقیت کو جواب دیکر پرمیشور کو بے دست و پا بنا چکا ہے۔ اب آپ کی مہربانی سے ہمارے پاس ایک اور دلیل یہ آگئی ہے۔ کہ وید پرمیشور کو خیر سے جاہل بھی ثابت کر رہا ہے۔

منتر نمبر ۲:۔ اے بیاہے ہوئے مرد عورتو! تم دونوں رات کو کہاں ٹھیرے تھے۔ اور دن کہاں بسر کیا تھا؟ تم نے کھانا وغیرہ کہاں کھایا تھا تمہارا وطن کہاں ہے۔ جس طرح بیوہ عورت اپنے دیور کے ساتھ شب باش ہوتی ہے۔ یا جس طرح بیاہا ہوا مرد اپنی بیاہتا عورت کے ساتھ اولاد کے لئے یکجا شب باش ہوتا ہے اسی طرح تم کہاں شب باش ہوئے تھے؟!

(رگوید اشٹک ۷ ادھیائے ۸ ورگ ۱۸ منتر ۲)

ویدک پرمیشور کی علمیت کا اظہار تو میں اوپر بیان کر چکا ہوں۔ میں ان دونوں منتروں کی تہذیب کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ امید ہے۔ کہ ہمارے فاضل دوست آریہ گزٹ کے ایڈیٹر جواب دیکر مشکور فرمادیں گے۔ عرض ہے۔ کہ اگر کسی مہاشہ کی نوجوان کنواری لڑکی کو ویدوں کا مطالعہ کرنے کا شوق ہو۔ اور وہ اپنے پتا جی سے ان مذکورہ بالا منتروں کا مطلب یا تشریح معلوم کرنے کے لئے کہے۔ کہ پتا جی بیاہتا مرد بیاہتا عورت کے ساتھ اولاد کے لئے کس طرح شب باش ہوتا ہے مجھے بھی عمل کر کے بتا دیں۔ تاکہ بیاہ کے بعد مجھے پھر کسی سے دریافت نہ کرنا پڑے۔ میں انجان ہوں۔ ویدک پرمیشور نے بڑی کرپا کی ہے۔ کہ ایسا مہذب کلام نازل کیا ہے۔ اور لڑکی کے پتا جی جواب دینے بھی نہ پائے ہوں۔ کہ ان کا ایک نوجوان کنوارا لڑکا بھی آن حاضر ہو۔ اور کہے بہن کو شلیا کیا پڑھ رہی ہو۔ وہ سارا حال کہدے۔ لڑکا بھی یہ کہہ اٹھے۔ کہ ہاں ہاں پتا جی ضرور ان منتروں کی تشریح فی العمل کر کے بتا دیں۔ کیونکہ کل میں بھی ویدوں کا سوادھیائے کر رہا تھا مجھے بھی ان منتروں کی سمجھ نہ آتی تھی۔ لڑکے لڑکی کے پتا جی ہکا بکا ہو کر کبھی لڑکے کا منہ دیکھتے ہیں۔ اور کبھی لڑکی کی چادر حیا کو چاک چاک ہوتے دیکھکر دل ہی دل میں ویدک تعلیم کی تہذیب کے دیوالہ پن کا رو رو کر ثبوت دے رہے ہیں اب مہربانی کر کے ایڈیٹر صاحب یہ بتائیں۔ کہ ان لڑکوں کے پتا جی کس طرح ان پوتر ویدوں کے منتروں پر عمل کر کے بتائیں؟

(جواب کا طالب فتح محمد احمدی شرما عفی اللہ عنہ از کراچی)

تردید آریہ سماج کیلئے لاجواب کتابیں

کیفیت وید:۔ ویدوں کی تعلیم کا فوٹو ویدک دھرم یا دیانندی پنتھ کا عالمگیر مذہب نہ ہونے کا ثبوت دیانندیوں کی خلاف عقل و علم تعلیم و عقائد کا آئینہ دیکھنا ہو۔ تو یہ کتاب منگالیں قیمت ۵ر

چشمہ ہدایت:۔ دیانندیوں کے مسئلہ تناسخ کا عقلی علمی دلائل سے رد۔ روح و مادہ کی پیدائش کا ثبوت سائنس اور اور فلسفہ اور مشاہدہ سے۔ ہستی باری تعالےٰ کا ثبوت اور دیانندیوں کے اعتراضات متعلق صفات باری تعالےٰ کے مدلل جواب۔ قیمت صرف ۵ر

مشین گن:۔ موجودہ ویدوں کا الہامی نہ ہونا۔ اور ویدوں کے الہامی ہونے کے جو دلائل دیانندی پیش کرتے ہیں۔ انکی ایسی تردید کہ جواب کی طاقت نہ ہو۔ اور دس فائر مشین گن کے ویدوں پر ایسے کئے گئے ہیں۔ کہ دیانندی قلعہ گر کر زمین کی سطح سے مل گیا ہے۔ قیمت ۱ر

(ریویو آف ریلیجنز)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

عیسائی مشن

ایک احمدی اور ایک عیسائی کا مکالمہ

ابطال الوہیت مسیح ناصری

(۱)

میں امسال موسم سرما کی رخصتوں سے پیشتر ایک ماہ اپنے بھائی عبدالغفور خانصاحب کے پاس بنگلہ سلیم روٹ ضلع منٹگمری جارہا تھا۔ کہ قصور کے اسٹیشن سے ایک پڑھا لکھا شخص میرے پاس آبیٹھا۔ اس کے ہاتھ میں بائیبل تھی۔ اس لئے میں نے خیال کیا۔ کہ یہ عیسائی ہے میرے دل میں یہ شوق پیدا ہوا۔ کہ اس سے کوئی مذہبی گفتگو کی جائے۔ میں نے پیشتر ازیں ایک لیکچر کا ہنود ان ضلع گورداسپور میں ابطال الوہیت مسیح پر دیا تھا۔ اور اس کا مضمون میرے دماغ میں محفوظ تھا۔ اسلئے میں نے یہی مناسب سمجھا۔ کہ اس عیسائی سے اسی موضوع پر گفتگو کی جائے۔ چنانچہ میں نے اس سے سوال کیا۔

احمدی:۔ کیا آپ مسیح کا خدا کا بیٹا مانتے ہیں۔

عیسائی:۔ ہاں ہم خدا کا بیٹا مانتے ہیں۔

احمدی:۔ کیا خدا کا بیٹا؟

عیسائی:۔ اس سے آپ کی کیا مراد ہے؟

احمدی:۔ یعنی حقیقی خدا کا بیٹا ہے۔ یا خدا نے مسیح کو تبنے بنایا ہوا ہے۔ یا خدا نے پیار کی وجہ سے مسیح کو بیٹا کہا ہے؟

عیسائی:۔ حقیقی بیٹا مانتے ہیں۔

احمدی:۔ کس بنا پر؟

عیسائی:۔ اسلئے کہ مسیح کو خدا نے انجیل میں بیٹا کہا ہے

احمدی:۔ اس طور پر تو خدا نے اسرائیل کو بھی پلوٹھا بیٹا کہا ہے۔ چنانچہ یرمیاہ ۳۱/۹ میں ہے۔ کہ "تب فرعون کو یوں کہیو۔ کہ خداوند نے یوں فرمایا ہے۔ کہ اسرائیل میرا بیٹا بلکہ میرا پلوٹھا ہے" اور کتاب مقدس میں اسی طرح اور بھی کئی جگہ خدا نے انسانوں کو بیٹا کہا ہے۔ چنانچہ زبور (۸۲) باب ۶ میں یوں آیا ہے "سب خاص و عام خدا کے بیٹے ہیں" اس سے تو مسیح کو کوئی فضیلت حاصل نہ ہوئی؟

عیسائی:۔ اسرائیل کو اور اوروں کو تو پیار سے بیٹا کہا ہے۔ مگر مسیح تو خدا کے بیٹوں والے کام کرتا تھا۔ کیونکہ دیکھتے ہیں۔ کہ انسان کا بیٹا انسانوں والے کام کرتا ہے مگر مسیح خدا کا بیٹا ہے۔ اس لئے خدا والے کام کرتا ہے؟

احمدی:۔ مسیح نے کون سے خدا والے کام کئے۔ وہ تو آدمیوں کی طرح کھاتا پیتا اور چلتا پھرتا تھا۔ چنانچہ مسیح نے اپنے آپ کو ابن آدم کہا ہے۔ مگر خدا تو ان باتوں سے پاک ہے؟

عیسائی:۔ مسیح اس لئے خدا ہے۔ کہ اس نے اپنے باپ خدا کی طرح مُردوں کو زندہ کیا۔ آدمیوں کی طرح وہ اسلئے کھاتا پیتا تھا۔ تاکہ ہم میں رہکر عیسائیت کی تبلیغ کرے۔

احمدی:۔ کتاب مقدس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ اولیاء نے بھی مُردے زندہ کئے چنانچہ حزقی ایل ۳۷/۱۰ میں یوں لکھا ہے:۔

"میں نے حکم کے بموجب نبوت کی اور ان میں روح ڈالی اور وہ جی اُٹھے۔ اور اپنے پاؤں پر کھڑے ہوئے ایک نہایت بڑا لشکر"

اور اسی طرح سلاطین I ۱۷/۲۳ میں یوں لکھا ہے۔ کہ:۔

"اور خداوند نے ایلیا کی دعا سنی۔ اور لڑکے کی جان اس میں پھر آئی۔ کہ وہ جی اٹھا"

گو یہ ہمارا عقیدہ نہیں۔ کیونکہ انجیل انسانی دسترس سے پاک نہیں رہی۔ اس لئے ہم یہ باتیں نہیں مانتے۔ ہاں یہ مانتے ہیں۔ کہ روحانی مردے زندہ کئے۔

عیسائی:۔ مولوی صاحب یہ آپ نے کیا کہا۔ کہ بائیبل میں انسانی ہاتھ کا دخل ہوگیا ہے۔ اس کا کیا ثبوت ہے۔

احمدی:۔ جناب میرا سوال یہ نہ تھا۔ کہ بائیبل میں تحریف واقع ہوئی ہے۔ وہ تو میں نے اپنا عقیدہ بتایا ہے۔ اصل میں میرا یہ سوال تھا۔ کہ مسیح خدا کا بیٹا ہے یا نہیں

مگر آپ یہ سوال کر چکے ہیں۔ اس لئے میں آپ کو اس کا بھی جواب دے دیتا ہوں۔ دیکھو آج سے قبل ۱۲ سال کی انجیل کچھ کہتی ہے۔ اور آج کل کی کچھ۔ چنانچہ آپ یہی بائیبل نکال کر یوحنا ۵/۴ دیکھیں۔

(کھول کر)

عیسائی۔ یہ آیت تو یوحنا میں نہیں ہے۔

احمدی:۔ جناب یہ آیت آج سے قبل ۱۲ سال موجود تھی۔ اور یہ آیت یوں لکھی تھی۔ کیونکہ ایک فرشتہ بعض وقت اس حوض میں اتر کے پانی ہلاتا تھا۔ اور پانی کے ہلنے کے بعد جو کوئی کہ پہلے اس میں اترتا کیسی ہی بیماری میں گرفتار ہو۔ اس سے چنگا ہو جاتا تھا۔ آپ کو معلوم ہے۔ کہ یہ آیت کیوں نکال دی۔ اس لئے کہ ہماری طرف سے یہ اعتراض ہوتا تھا۔ کہ یہ جو آپ مسیح معجزہ بتلاتے ہیں۔ کہ مسیح جس کو چھوتا تھا وہ اچھا ہو جاتا تھا۔ اس لئے مسیح کی کوئی فضیلت نہ رہی۔ کیونکہ مسیح کی طرح حوض بھی بیماری دُور کر دیتا تھا۔

عیسائی:۔ مجھے اس بات کا علم نہیں ہے۔ کسی پادری سے دریافت کروں گا۔ کیونکہ مسیح کی یہ خاص خصوصیت ہے۔ کہ وہ بن باپ پیدا ہوا۔

احمدی:۔ مسیح میں یہ کوئی خاص خصوصیت نہیں کیونکہ ہمارے بابا آدم بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئے اور اس کے علاوہ آپ کی کتاب عبرانیوں ۷/۳ میں ملک صدق کے متعلق یوں تحریر ہے۔

"یہ بے باپ بے ماں بے نسب نامہ ہے۔ نہ اس کی عمر کا شروع نہ زندگی کا آخیر۔ بلکہ خدا کے بیٹے کے مشابہ ٹھہرا"

اور جناب آپ کو یہ بھی معلوم ہوگا۔ کہ بعض عورتوں میں قوت فاعلیہ اور انفعالی دونو ہوتی ہیں۔ اسلئے بچہ بغیر باپ کے پیدا ہو سکتا ہے۔ لہذا کوئی مسیح کی یہ خصوصیت نہ رہی۔ نیز ہم دیکھتے ہیں۔ برسات کے موسم میں بغیر ماں باپ کے کروڑہا کیڑے مکوڑے پیدا ہو جاتے ہیں۔ آپ نے دیکھا ہوگا۔ کہ کسی خربوزہ کو چیرتے ہوئے اندر سے بے شمار کیڑے ملے ہوں گے۔ نیز یہ بھی آپ کا مشاہدہ ہوگا۔ کہ بعض مرغی بغیر مرغ کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بھی انڈے دے دیتی ہے۔ یہ ایک ثبوت ہے۔ کہ مادہ کے اندر دونو قوتیں ہوتی ہیں۔

عیسائی۔ مولوی صاحب ہاں اس بات سے تو مسیح کی فضیلت معلوم نہیں ہوتی۔ مگر اس بات سے فضیلت ظاہر ہے۔ کہ مسیح آسمان پر زندہ چلا گیا ہے۔

احمدی۔ جناب عالی اگر یہی خصوصیت ہے۔ تو حضرت ایلیا رتھ سمیت آسمان پر چلے گئے ہیں۔ تو پھر آپ کو ماننا پڑے گا۔ کہ ایلیا خدا کا بیٹا ہے۔ بلکہ ایلیا تو زیادہ بیٹا بننے کا حق دار ہے۔ کیونکہ وہ رتھ سمیت آسمان پر چلا گیا۔

عیسائی۔ مولوی صاحب۔ مجھ کو اس تمام گفتگو سے معلوم ہوا ہے۔ کہ آپ اہل سنت والجماعت نہیں۔ اگر آپ سنی ہوتے۔ تو آپ ضرور مسیح کے آسمان پر جانے کی خصوصیت مان لیتے۔ میں سمجھتا ہوں۔ کہ آپ مرزائی ہیں۔ میں مرزائیوں سے گفتگو نہیں کرنا چاہتا۔

احمدی۔ ہاں آپ نے یہ درست فرمایا۔ کہ میں احمدی ہوں۔ اتنی دیر میں گاڑی رکی۔ وہ مجھ سے ہاتھ ملا کر کہنے لگا۔ مولوی صاحب بات اصل میں یہ ہے۔ کہ ہم زمین کے لئے عیسائی ہوئے ہیں۔ اصل میں مذہب عیسائیت بے بنیاد مذہب ہے۔ لو السلام علیکم۔ میں یہیں اتروں گا۔

(منظور احمد ثاقب متعلم مدرسہ احمدیہ از قادیان دارالامان)

(بقیہ صفحہ ۱۰)

ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب کے سپرد دیہ ب ہوں۔ اور دوسرا ڈاکٹر عام پبلک اور تمام مریضان ہسپتال کے واسطے علیحدہ رکھا جائے۔ اور وہ قاضی محبوب عالم صاحب سے بہتر ڈاکٹر ملنا قطعاً محال ہے۔ امید ہے کہ اس عرضداشت پر جلد توجہ فرما کر قاضی صاحب کو ستر روپیہ ماہوار پر رکھ لیا جائے۔ اور وہ ضرور بلا لئے جائیں ؛

احباب قادیان و بیرونجات کا شکریہ

میں جب قادیان پہنچ گیا۔ تو میری سرگذشت کو سنکر قادیان کے ہر طبقہ کے احباب اظہار ہمدردی کے لئے آنے لگے۔ اور جس دوست نے بھی سنا۔ اس کو نہایت صدمہ ہوا۔ اور میری بیمار پرسی کے لئے کئی کئی بار آنے کی تکلیف فرمائی۔ بعض دوستوں نے تو اس قدر ہمدردی کا اظہار کیا۔ جس کا میں عمر بھر بھی شکریہ کرتا رہوں تو ادا نہ ہوگا۔ خصوصاً جناب ڈاکٹر سید غلام غوث صاحب و برادرم فخر الدین صاحب ملتانی۔ اخویم قاضی اکمل صاحب۔ جناب مولوی محمد الدین صاحب ہیڈ ماسٹر ہائی سکول۔ جناب میر محمد اسحاق صاحب۔ مولوی اللہ دتا صاحب۔ مولوی محمد یار صاحب۔ ماسٹر عبدالرحمن صاحب بی۔ اے۔ چوہدری فضل محمد صاحب میر محلہ۔ مکرمی شیخ عبدالرحمن صاحب مصری ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ۔ چوہدری غلام محمد صاحب بی۔ اے ہیڈ مسٹرس گرل سکول۔ بابو فقیر علی صاحب سٹیشن ماسٹر۔ جناب مرزا محمد شفیع صاحب، ملک فضل حسین صاحب مولوی ابوالفضل صاحب شیخ نور احمد صاحب مختار عام حضرت صاحب۔ حکیم محمد عمر صاحب۔ شیخ محمد اسمٰعیل صاحب سرساوی۔ مولوی فضل الرحمن صاحب حکیم۔ قاضی عبدالرحمن صاحب ہیڈ کلرک دفتر دعوۃ و تبلیغ۔ منشی غلام نبی صاحب ایڈیٹر الفضل (جنہوں نے دو تین مرتبہ میرے متعلق بیرونی احباب کو دعاؤں کی تحریک فرمائی۔) حضرت صاحبزادہ میاں شریف احمد صاحب سلمہ اللہ قبلہ مفتی محمد صادق صاحب مدظلہ کا میں بہت ہی شکر گذار ہوں چوہدری برکت علی صاحب۔ چوہدری بدرنخش صاحب چوہدری نور احمد صاحب۔ منشی قادر بخش صاحب۔ منشی محمد اسمٰعیل صاحب۔ جناب مولوی عبدالرحیم صاحب نیر۔ حضرت مولوی شیر علی صاحب۔ شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور۔ حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی مولوی عبدالاحد صاحب شیخ رحمت اللہ صاحب شاکر۔ منشی محمد الدین صاحب۔ حکیم محمد طفیل صاحب۔ سید مہدی حسین صاحب۔ قبلہ ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنے ناچیز بھائی کی ہمدردی کا اجر عظیم عطا فرما کر اپنی برکات کا وارث بنائے۔ آمین ؛

ہاں ایسے بزرگ دوست بھی میں نے دیکھے جو میرے سامنے سے ہر روز ایک دو وقت برابر گذرتے رہے۔ اور میں ان کے نظر کے سامنے چارپائی پر اپنی دفتر میں پڑا رہتا تھا۔ مگر انہوں نے ایک نظر اٹھا کر بھی ادھر نہ دیکھا۔ حالانکہ یہ وہ ہستیاں ہیں۔ جن کے نقش قدم پر چلنے کی ہم سب اُرزو رکھتے ہیں۔ اور جن کے اخلاق ہمارے لئے قابل تقلید ہیں۔ ان کی طرف سے اس سرد مہری کو دیکھکر سخت افسوس ہوا ؎

تواضع زگردن فرازاں نکوست
گدا گر تواضع کند خوئے اوست

جب یہ قوم کے چیدہ اور برگزیدہ لوگ غربا اور مساکین سے ایسے دُور رہیں گے۔ اور ان سے بات کرنا یا ان کا حال پوچھنا اپنی شان کے خلاف تصور کرینگے۔ تو دوسرے جنہوں نے ان کا نمونہ اختیار کرنا ہے۔ وہ کیا سیکھیں گے۔ اور عوام کے دلوں میں ان کی کس قدر عزت اور محبت ہوگی +

مجھے ۱۹۰۲ء کا ایک چشم دید واقعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اخلاق کا یاد آگیا ہے۔ جو یہ ہے۔ کہ میں مہمان خانہ میں ٹھہرا ہوا تھا۔ اور وہیں مولوی عبداللہ کشمیری جو اب غیر مبائع پیغامی ہے۔ ایک کوٹھڑی میں رہتا تھا ایک دن اس کو بخار ہو گیا۔ حضرت اقدس علیہ السلام کو بعد مغرب پتہ لگا۔ آپ اگلے دن صبح ہی گھر سے تشریف لاکر سیدھے مہمان خانہ کو ہو لئے۔ بعد میں حضرت حکیم الامت نور الدین اعظم رضی اللہ عنہ بھی سنکر ساتھ آملے۔ حضور مولوی عبداللہ کے پاس تشریف لیگئے اور پاس کرسی پر بیٹھ گئے۔ اور نہایت محبت اور شفقت سے حال پوچھتے رہے۔ پھر حضرت حکیم الامت کو ارشاد فرمایا۔ کہ خاص توجہ سے ان کا علاج کریں خبر لیتے رہیں اور دیر تک تسلی دیکر پھر تشریف لے گئے۔ میں بھی اسوقت وہاں حاضر تھا۔ حضور کا یہ اخلاص اور یہ نوازش اور یہ شفقت علی خلق اللہ سب مہمان دیکھکر جس قدر قوی الایمان ہوئے۔ اس کا اندازہ مشکل ہے۔ اور پھر جب تک کہ وہ صحتیاب نہیں ہو گئے۔ حضور بار بار آدمی بھیجتے اور مولوی صاحب سے حال پوچھتے رہے ؎

ان نیئوں کا یہی بسیکھ
وہ بھی دیکھا یہ بھی دیکھ

(بقیہ مضمون دیکھو صفحہ ۲ کالم ۳)

(صدائے دارالاسلام پر لبیک کہتے ہوئے قادیان میں ہمارے تمام اہل محلہ نے جلسہ کرکے ہمیں شاندار رخصت دی اور قادیان سے روانہ کیا)